نمبر ۳۳ | مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۰ء | یوم شنبہ | مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ۔ مولوی محمد یار صاحب ۔ مولوی غلام احمد صاحب اور مولوی عبد الغفور صاحب کئی ایک جگہ مناظروں اور تبلیغی گفتگو کے لئے بھیجے گئے ؏

لوکل انجمن کے وفود چندہ خاص اور چندہ جلسہ سالانہ کے لئے اپنے اپنے حلقوں میں وصولی کا تسلی بخش کام کر رہے ہیں ؏

مولانا عبید اللہ صاحب بسمل کی علالت تشویشناک صورت اختیار کر رہی ہے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کے علاج اور تیمارداری کے متعلق خاص طور پر ارشاد فرمایا ۔

۱۲ ستمبر تھوڑی دیر اچھی بارش ہوئی ؏

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

باطل پرستوں اور اہل حق کے کشوف و خوارق میں فرق

آج سے پورے سینتالیس سال قبل ۱۳ ستمبر ۱۸۸۳ء کی تحریر

بلاشبہ ریاضات شاقہ کو کشوف وغیرہ خوارق میں دخل عظیم ہے ۔ بلکہ اس میں کسی خاص مذہب بلکہ توحید کی بھی شرط نہیں ۔ اور اسی جہت سے فلاسفہ یونان اور اس ملک ہند کے جوگی اپنے تپوں جپوں کے ذریعہ سے صفائی نفس حاصل کرتے رہے ہیں ۔ اور اُن کا قلب اپنے معبودات باطلہ پر جاری ہو تا رہا ہے ۔ اور مکاشفات بھی اُن سے ظہور میں آتے رہے ہیں ۔ چنانچہ کسی تاریخدان اور صاحب تجربہ پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا ۔ اب بے خبر کو بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے ۔ کہ جب کشوف و خوارق باطل پرستوں اور استدراج والوں سے بھی ہو سکتے ہیں ۔ تو پھر ان میں اور اہلِ حق میں کیا فرق باقی رہا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت احدیت کے برگزیدہ بندے تین علاماتِ خاصہ سے شناخت کئے جاتے ہیں ۔ اور وہ علامتیں ایسی ہیں ۔ کہ گویا باطل پرست لوگ اپنی کجروی کی محنتوں سے گداز بھی ہو جائیں ۔ تب بھی وہ علامات اُن میں متحقق نہیں ہو سکتیں چنانچہ اوّل اُن میں سے ایک یہ ہے ۔ کہ اہلِ حق کو صرف کشفی صفائی نہیں اخلاقی صفائی بھی عطا ہوتی ہے ۔ اور

وُہ اخلاقِ فاضلہ میں اس قدر پایۂ عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کہ جیسے خُدا کو اپنے اخلاق پیارے ہیں۔ ویسا ہی وُہ ربانی اخلاق ان کو پیارے ہوجاتے ہیں۔ اور اُن کی سرشت میں الوہیت کی تجلیات گھر کر جاتی ہیں۔ اور بشریت کی آلودگیاں اور تنگیاں اُٹھ جاتی ہیں پس اس سے نیک اور پاک خلق ایسے عجیب اور خارق العادت کے طور پر صادر ہوتے ہیں۔ کہ بشری طاقتوں سے بجز خاص تائید الٰہی کے ان کا صادر ہونا ممکن نہیں۔ انسان بشریت کے تجلیات اور نفس امارہ کی زنجیروں میں اور ننگ و ناموس کی قیدوں میں اور خانہ داری کے جان گداز فکروں میں اور شدائد اور آلام کے حملوں میں اور وساوس اور اوہام کی نیش زنیوں میں سخت عاجز ہو رہا ہے اور اگر دعوےٰ کرے کہ میں اپنے آپ ہی سے ان بھاری بوجھوں سے نکل سکتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ پس اہل اللہ میں یہ بزرگی ہے کہ وُہ توفیق یافتہ ہوتے ہیں۔ اور دستِ غیبی اپنی خاص حمایت اور قوت سے اُن کو ان تمام بوجھوں کے نیچے سے نکال لیتا ہے۔ سو ان سے ایسا توکل اور ایسا صبر اور ایسی سخا اور ایسا ایثار اور ایسا صدق اور ایسی رضا بتقضا صادر ہوتی ہے۔ کہ دوسروں سے ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ در پردہ الٰہی ستارے اُن کے مددگار ہوتے ہیں۔ اور لغزشوں سے بچائے جاتے ہیں۔ اور جس کی محبت میں وُہ دنیا کو کھو بیٹھے ہیں۔ اور دنیوی عزتوں اور ناموں سے بیزار ہو گئے ہیں۔ وُہ محبوب حقیقی اُن کا متولی ہوجاتا ہے۔

دُوسرے یہ کہ اہل حق مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت پاتے ہیں۔ جو تائیدات خاصہ کی بشارتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور نیز ان میں وُہ مراتب عالیہ ان پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ کہ جو ان کو حضرت احدیت میں حاصل ہیں۔ اور یہ نعمت غیروں کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس جگہ بتوجہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ الہامات و مکالمات اللہ کو جو ایسی پیشگوئی پر مشتمل ہوں جن میں شخص ملہم کی تائیدات عظیمہ کا وعدہ ہے۔ وہ اہل اللہ کی شناخت کے لئے نہایت روشن علامات ہیں۔ اور کوئی خارق عادت ان سے برابر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا اپنے بندہ سے کلام کرنا اور پھر اُس کلام کی ایسی پیشگوئیوں پر مشتمل ہونا کہ جو تائیدات عظیمہ کے مواعید ہیں۔ اور پھر ان مواعید کا اپنے وقتوں پر پُورا ہونا محبت اللہ کا ایک روشن نشان ہے۔

تیسری علامت یہ ہے۔ کہ خواصِ اولیاء ریاضاتِ شاقہ کے محتاج بھی نہیں ہوتے۔ ایک قسم کی ولایت ہے۔ جو وُہ نبوت سے بہت مشابہ ہے اس قسم کے لوگ جب دنیا میں آتے ہیں۔ تو ہوش پکڑتے ہی عنایت اللہ ان کی متولی ہوجاتی ہے۔ ان کو سالکوں کی پرتکلف حالت سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی ان کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کہ کب فنا آئی۔ اور کب بقا حاصل ہوئی۔ کیونکہ دست غیبی نے انکو فطرت میں ہی درست کرلیا ہوتا ہے۔ اور بقیہ بشریت میں اصل ہی نہیں ہوتے تعلقات شدیدہ عشق الٰہی کے ان کی فطرت سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ابتدا فطرت سے ایسے کسی ریاضت کے محتاج نہیں ہوتے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولو ...

اِسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

دمشق میں مشرقی خواتین کی اہم کانفرنس

چند روز ہوئے۔ کہ دمشق میں مشرقی خواتین کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں تقریباً تمام اسلامی ممالک کی نمائندہ خواتین نے شرکت کی۔ ایک ہفتہ کی بحث و تمحیص کے بعد حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:- (۱) پردہ یک قلم اٹھا دیا جائے۔ (۲) لڑکے اور لڑکی کو نکاح سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت دی جائے (۳) مہر کی رقم زیادہ نہ ہو۔ (۴) طلاق کے ساتھ عورتوں کا حق خلع بھی تسلیم کیا جائے۔ (۵) شادی کے لئے قانونی عمر کم از کم اٹھارہ سال مقرر کی جائے (۶) لڑکوں اور لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم جبری کر دی جائے (۷) ۱۴ سال سے کم عمر کے بچے ملازم نہ رکھے جائیں۔ (۸) عربی تہذیب و تمدن اور عربی صنعت کو فروغ دیا جائے نہایت پُر زور تقریریں ہوئیں ایک مقررہ نے فرمایا۔ کہ ہمیں مردوں کے دلوں سے یہ خیال نکال دینا چاہیئے۔ کہ عورت لونڈی ہے پردہ کی تنسیخ پر گرما گرم مباحثہ ہوا۔ لیکن کثرت رائے سے یہ قرارداد بھی منظور ہوگئی۔

طہران اور انگورہ کے درمیان ہوائی آمد و رفت

معلوم ہوا ہے۔ کہ جرمنی کی جنکرز کمپنی نے انگورہ اور طہران کے درمیان ہوائی آمد و رفت کی دونوں حکومتوں سے منظوری حاصل کرکے کام شروع کردیا ہے۔ اور آئندہ سال سے رسل و رسائل بھی شروع ہوجائے گا۔ مرکزی یورپ اور وسط مشرق کے ممالک کے لئے یہ راستہ نزدیک ترین ہوگا۔ اور ایک مسافر برلن سے براہِ انگورہ تین روز میں طہران پہونچ سکے گا۔

ترکی اور ایران کی حدبندی

معلوم ہوا ہے۔ کہ ترکی اور ایران کی ایک مشترکہ کمیٹی ہر دو سلطنتوں کی حدبندی کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

ساحل خلیج فارس میں پٹرول کے چشمے

جزیرہ بحرین میں کویت اور احساء کے درمیان ایک امریکن انگلش کمپنی نے پٹرول کے تین چشمے دریافت کئے ہیں۔ کمپنی مذکور اس کے متعلق شیخ بحرین سے رعایت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ایران کے وزیر خارجہ نے لیگ آف نیشنز میں اس کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بحرین ایرانی اقتدار کے ماتحت ہے۔ اور اس قسم کی گفتگو حکومت ایران سے ہی کی جاسکتی ہے۔

ترکی اور شام کی حدبندی

دونوں حکومتوں کی جو مختلط کمیٹی تعیین حدود کا کام کر رہی تھی اس نے اپنا کام ختم کر دیا ہے اس امر پر اتفاق ہوگیا ہے کہ سرحدی رعایا دونوں حکومتوں کے علاقوں میں دس کیلومیٹر تک اپنے حیوانات چرا سکیگی حدود سے گذرنے کے لئے جن راستوں کو خاص کر دیا جائے گا۔ وہی اس مقصد کے لئے استعمال ہوسکینگے۔

ضروری اعلان

سیرت رسول کریمؐ کے متعلق جلسے ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہونگے

گذشتہ پرچہ میں "سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جلسے" کے عنوان سے جو مضمون شائع کیا گیا ہے۔ اس میں غلطی سے جلسوں کی تاریخ ۱۰۔ اکتوبر لکھی گئی ہے۔ اصل تاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء ہے جیسا کہ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کے تفصیلی اعلان مندرجہ الفضل ۲۔ ستمبر میں درج ہے۔ احباب اس غلطی کی اصلاح فرمالیں۔ اور ۲۶۔ اکتوبر بروز اتوار ایسے جلسے منعقد کرنے کا انتظام کریں۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا انتخاب گول میز کانفرنس کیلئے

ہماری جماعت میں یہ خبر بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند نے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا کے نام بھی گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے دعوت نامہ شائع کیا ہے۔ مسلمانانِ ہند کی ملکی سیاسی خدمت اور ان کے حقوق کی حفاظت کا یہ موقعہ ملنے پر ہم جناب چوہدری صاحب موصوف کو مبارکباد کہتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں مسلمانوں کے مفاد کے لئے بہترین خدمات ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ اور ہر قدم پر ان کا حامی اور ناصر ہو۔

پیر اکبر علی صاحب کا بلامقابلہ انتخاب کونسل

ناظرین الفضل یہ معلوم کرکے خوش ہونگے۔ کہ جناب پیر اکبر علی صاحب بی اے ایل ایل بی فیروزپور اپنے سابقہ حلقہ کی طرف سے بلامقابلہ پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ یہ ان کے اپنے حلقہ میں ہردلعزیز ہونے اور قابل قدر خدمات سرانجام دینے کا بین ثبوت ہے۔ خدا تعالےٰ آئندہ انہیں اور زیادہ مفید کام کرنے کا موقعہ دے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۳۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

حکومت اور کانگریس میں صلح کی ناکام کوشش

صلح کیوں نہ ہو سکی

بے محل کوشش

سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر قریباً اڑھائی ماہ سے حکومت اور کانگریس میں صلح کرانے کی جو کوشش کر رہے تھے۔ وہ ختم ہو گئی۔ اور ہر بہی خواہ ملک اور امن پسند ہندوستانی کو افسوس ہوگا۔ کہ ناکامی پر ختم ہوئی۔ در اصل ایسے وقت میں جبکہ طبائع کا جوش دور اندیشی اور عاقبت بینی کے جذبات پر غالب ہو۔ دل کے حوصلے نکالنے کے ارمان سینوں میں ہوں۔ اپنی طاقت اور داؤ پیچ سے حریف کو گرا لینے کی امید ہو۔ اس وقت صلح کی گفتگو چھیڑنا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ فریقین ٹھنڈے دل۔ اور اطمینان قلب کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ سراسر بیجا بات ہے۔ اور جو لوگ سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کی زمانہ شناسی اور تجربہ کاری سے واقف تھے۔ ان کے لئے ان دونوں اصحاب کا ایسے ہی حالات میں صلح کے ایلچی بن کر پونا۔ شملہ۔ نینی۔ پورودا بھاگے بھاگے پھرنا تعجب انگیز تھا۔

غلط فہمی کا شکار

لیکن جیسا کہ صلح کے متعلق جو مفصل خط و کتابت شائع کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ وُہ ایک غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ اور گورنمنٹ اور کانگریس کے مابین سمجھوتہ کرانا یادگار زمانہ کارنامہ سمجھ کر اس میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ مذکورہ بالا خط و کتابت درج کرتے ہوئے سب سے اول جو بات انہوں نے لکھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ ۲۰ جون ۱۹۳۰ء "ڈیلی ہیرلڈ" لنڈن کے نامہ نگار مسٹر جارج سلوکومب نے پنڈت موتی لال نہرو سے ملاقات کی۔ اور پھر ایک مسودہ شرائط مرتب کر کے پنڈت جی کے روبرو پیش کیا۔ پنڈت جی نے اسے منظور کر لیا۔ اسی مسودہ کی ایک نقل مسٹر جیکر کو بھی دی گئی۔ تاکہ اسے صاحب موصوف یا کوئی اور شخص گفت و شنید صلح کی بنیاد قرار دے کر گورنمنٹ سے سلسلہ جنبانی کرے۔ مسٹر سلوکومب نے اس مضمون کا ایک خط سر تیج بہادر سپرو کو شملہ بھیجا۔ جس میں لکھا۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو ان شرائط پر وائسرائے سے گفت و شنید کے لئے ان کی اور مسٹر جیکار کی نمائندگی پر رضامند ہیں۔

ایک اور مکتوب میں جو جیکر اور سپرو کی طرف سے گاندھی جی کو لکھا گیا۔ انہوں نے صاف طور پر بیان کیا۔ کہ:۔

"ہم نے مصالحت کا کام پنڈت موتی لال نہرو کے ۲۰ جون والے انٹرویو کی بنا پر شروع کیا تھا۔ نیز مسٹر سلوکومب کے اس بیان کی بنا پر جسے پنڈت موتی لال نہرو منظور کر چکے تھے"۔

صلح کی ناکامی کے متعلق صلح کرانے والوں کا بیان

ان حالات میں انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کانگریسی راہنما خود صلح کے متمنی ہیں۔ اپنا آرام و آسائش قربان کر کے اتنے دن لمبے لمبے سفروں میں رہنا گوارا کیا۔ اور اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی۔ کہ صلح کرانے کا سہرا ان کے سر بندھے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے کیوں کامیاب نہ ہوئے۔ اس کا الزام کانگریس والے گورنمنٹ پر رکھتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کانگریسی لیڈروں کو ذمہ وار قرار دیتی ہے۔ اور دونوں کی طرف سے صلح کرانے کی کوشش کرنے والوں پر زور دیا گیا ہے۔ کہ صلح کے متعلق خط و کتابت جلد شائع کر دیں۔ تاکہ پبلک حقیقت حال سے آگاہ ہو جائے۔ قبل اس کے کہ ہم فریقین کی شرائط صلح کا خلاصہ درج کریں کہ ناظرین کو اس فیصلہ پر پہنچنے میں سہولت بہم پہنچائیں۔ کہ صلح کی کوشش کو ناکام بنانے میں کونسے فریق کا زیادہ دخل ہے۔ اس بارے میں ان لوگوں کی رائے پیش کر دینا چاہتے ہیں جنہوں نے صلح کے متعلق طرفین کے نمائندوں کی نہ صرف کئی کئی گھنٹے تفصیلی باتیں سُنیں۔ بلکہ ان کے چہروں کے اثرات اور ان کی طبائع کے اتار چڑھاؤ بھی دیکھے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے۔ کہ ان کے نزدیک وائسرائے کی پیش کردہ شرائط جن اصول پر مبنی تھیں۔ ان پر صلح کی گفتگو جاری رکھنا ممکن تھا۔ لیکن پنڈت موتی لال نہرو۔ اور جواہر لال نہرو ان اصول کی بنا پر سمجھوتہ کرنے پر رضامند نہ ہوئے یہ مسٹر جیکر اور سر تیج بہادر کا متفقہ بیان ہے۔ اور اس کے رو سے صلح میں ناکامی کی ذمہ واری جس فریق پر عائد ہوتی ہے اس کا پتہ لگانا مشکل نہیں۔ لیکن مزید تسلی کے لئے وُہ شرائط بھی دیکھ لی جائیں۔ جنہیں پیش کرتے ہوئے فریقین نے کہا۔ کہ یہ آخری چیز ہے۔ اس سے آگے وُہ ایک انچ نہیں جا سکتے:۔

کانگریس کی شرائطِ صلح

کانگریسی لیڈروں نے یرودا جیل میں جمع ہو کر مشورہ کرنے کے بعد جو مسودہ گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا۔ اس میں حکومت کے متعلق بہت کچھ تلخ و ترش الفاظ استعمال کرنے کے بعد حسب ذیل شرائط پیش کیں:۔

۱۔ ہندوستان میں مکمل قومی حکومت کا قیام جو جمہور کے سامنے جوابدہ ہو۔ اور اس میں دفاع ہر قسم کی فوج۔ اقتصادیات اور تجارت کے تمام اختیارات شامل ہوں۔ اور یہ گاندھی جی کے ان گیارہ نکات پر حاوی ہو۔ جو وائسرائے کے خط میں بیان کئے گئے تھے:۔

۲۔ ہندوستان کو سلطنت برطانیہ سے علیحدہ ہو جانے کا اختیار حاصل ہو:۔

۳۔ ہندوستان کو حق حاصل ہو۔ کہ وُہ برطانیہ کے بعض دعاوی یا مراعات کو ایک آزاد عدالت میں پیش کر کے فیصلہ کرائے۔ ان میں ہندوستان کا قرضہ عامہ بھی شامل ہوگا۔ جسے قومی حکومت ناجائز سمجھے گی:۔

۴۔ گورنمنٹ کی طرف سے ان شرائط کو تسلیم کرنے کا اعلان ہونے کے بعد کانگریس کی مجلس عاملہ سے سفارش کی جائے گی۔ کہ سول نافرمانی کی بندش مناسب ہے یعنی محض نافرمانی کی غرض سے جن قوانین کی نافرمانی ہو رہی ہے۔ ان کی نافرمانی نہ کی جائے:۔

۵۔ غیر ملکی کپڑے۔ اور شراب پر پکٹنگ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک حکومت خود شراب اور غیر ملکی پارچہ کو ممنوع قرار نہ دے دیگی:۔

۶۔ لوگ نمک سازی جاری رکھیں گے۔ لیکن قانون نمک کی تعزیری دفعات حکومت استعمال نہ کرے گی۔ البتہ سرکاری۔ یا پرائیویٹ ذخائر نمک پر چھاپے مارنے کا سلسلہ بند کر دیا جائیگا:۔

۷۔ سول نافرمانی کے التوا کے ساتھ ہی تمام ستیہ گرہی اور دوسرے سیاسی قیدی یا حوالاتی رہا کر دئے جائیں۔ جو لوگ تشدد یا تحریک تشدد میں ماخوذ ہوں۔ وُہ ان سے مستثنےٰ ہونگے:۔

۸۔ قانون مطابع کے سلسلہ میں جو ضمانتیں لی گئی ہیں۔ یا ستیہ گرہیوں پر جو جرمانے کئے گئے ہیں۔ اور جائدادیں ضبط کی گئی ہیں۔ وُہ سب واپس کر دی جائیں:۔

۹۔ جو سرکاری افسر یا پٹیل استعفے دے چکے ہیں۔ یا سول نافرمانی

ان تحریک میں موقوف ہو چکے ہیں۔ وہ دوبارہ ملازمت چاہیں۔ تو انہیں بحال کر دیا جائے ؛

۱۰۔ وائسرائے کے تمام آرڈیننس منسوخ ہو جائیں ؛

حکومت کی شرائط صلح

ان شرائط کے مقابلہ میں وائسرائے ہند نے حسب ذیل امور صلح کی بنیاد کے طور پر پیش کئے ۔

۱۔ میری۔ میری حکومت اور ملک معظم کی حکومت کی بھی یہ خواہش ہے۔ کہ ہندوستان کے باشندوں کو انتظام ملکی میں زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے میں امداد دیں۔ مگر جن معاملات میں وہ بحالات موجودہ ذمہ واری اٹھانے کے اہل نہیں۔ ان کے متعلق ضروری پابندیوں کا بندوبست کیا جائے ؛

۲۔ منجملہ دوسرے امور کے گول میز کانفرنس کا یہ بھی کام ہوگا کہ وہ پیش نظر اور مہیا مواد کی روشنی میں فیصلہ کرے۔ کہ کون کونسے امور اہل ہند کے حوالے کئے جائیں۔ اور کن میں قیود عائد کرنے کی ضرورت ہے ؛

۳۔ کانفرنس میں شریک ہونے والے ہندوستان کے نظم و نسق کے متعلق فیصلہ کرنے میں پورے طور پر آزاد ہونگے۔

۴۔ کانفرنس جن امور پر متفق ہوگی انہیں ملک معظم کی حکومت اپنی سفارشات کے ساتھ پارلیمنٹ میں پیش کرے گی ؛

۵۔ سول نافرمانی ترک کر دینے پر وہ آرڈی ننس باقی نہیں رکھے جائیں گے۔ جو مجبوراً کن حالات میں نافذ کئے گئے۔ البتہ بنگال سازش لاہور اور چٹاگانگ کے آرڈی ننس ان سے مستثنیٰ ہونگے

۶۔ بلا تشدد سول نافرمانی کا ارتکاب کرنے والے قیدیوں یا ملزموں کا رہا کرنا مقامی حکومتوں کا کام ہوگا۔ وائسرائے اس بارے میں جو کچھ کر سکتا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ مقامی حکومتوں سے ایک ایک شخص کے معاملہ میں پوری ہمدردی سے غور کرنے کی سفارش کر دے ؛

۷۔ کانفرنس میں شرکت پر آمادگی ظاہر کرنے کی صورت میں کانگرس کی کافی نیابت کے متعلق ملک معظم کی حکومت سے پرجوش سفارش کی جائے گی ؛

۸۔ رہنمایان کانگرس سے ان نمائندوں کی فہرست لے لی جائے گی جنہیں وہ کانفرنس میں شریک کرنا چاہیں گے ؛

۹۔ ہندوستان کو اپنی مرضی سے قلمرو برطانیہ سے علیحدگی کا سوال کانفرنس میں اٹھانے کی اگر گاندھی جی نے خواہش کی۔ تو حکومت ہند وزیر ہند کو ان کے ارادہ کی اطلاع دے دیگی ؛

۱۰۔ قانون نمک جب تک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ وائسرائے کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا۔ کہ اس کی خلاف ورزی نظر انداز کر دے امن و سکون کی حالت میں وائسرائے اس کے متعلق ہندوستانی راہ نماؤں کی ایک مختصر کانفرنس طلب کریں گے ؛

۱۱۔ اگر پکٹنگ کسی طبقہ کے لئے باعث تکلیف ہو۔ یا اس کے ساتھ مزاحمت، یا تخویف یا جبر و تشدد شروع کر دیا جائے۔ تو حکومت کا حق ہوگا۔ کہ ایسی کارروائی کرے۔ جو قانون کے مطابق ہو ؛

۱۲۔ ان ملازموں کی بحالی جنہوں نے اشتعال کے جوش میں ملازمتیں چھوڑیں۔ اور وفاداری ترک کر دی۔ اسی صورت میں ہو سکیگی جبکہ ان ملازموں کو موقوف نہ کرنا پڑے۔ جو حکومت نے مصیبت کے ایام میں بھرتی کئے۔ اور مقامی حکومتوں کے وفادار ملازم ثابت ہوئے

۱۳۔ پریس آرڈی ننس کے ماتحت ضبط شدہ مطابع واگذار کر دئے جائیں گے ؛

۱۴۔ جرمانوں اور ضبط شدہ جائدادوں کی واپسی میں ایک تیسرے فریق کے حق کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جس نے ایسی جائدادیں خریدیں۔ اس بارے میں مشکلات ہیں ؛

فریقین کی شرائط پر سرسری نظر

فریقین کی شرائط پر سرسری نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں وائسرائے ہند اپنے اختیارات کے حدود کے اندر رہتے ہوئے صلح کو ممکن بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں کانگرسی رہنما باوجود اپنی اس مجبوری کے جس کا احساس جیلخانے کی چاردیواری بھی نہیں کرا رہی تھی۔ ایسے انداز میں شرائط پیش کر رہے ہیں۔ جو ایک بہت بڑا فاتح بے کس اور بے بس مفتوح کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے وائسرائے کو کہنا پڑا "مجھے صاف صاف کہدینا چاہئے۔ کہ کانگرسیوں کی پیش کردہ تجاویز کی بنا پر بحث و تمحیص غیر ممکن ہے"۔

کانگرسیوں کی دھمکیاں

علاوہ اس کے کانگرسیوں نے ایسی شرائط پیش کیں۔ جن پر صلح ہونے کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی تحریروں میں درشتی اور سختی کے علاوہ دھمکی کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ چھوٹے نہرو صاحب جن کے متعلق گاندھی جی نے بڑے نہرو صاحب کو لکھا تھا "آخری فیصلہ جواہر لال ہی کو کرنا ہے۔ کیونکہ وہ انڈین نیشنل کانگرس کا صدر ہے۔ مجھے اور آپ کو تو اسے صرف مشورہ دینا ہے"۔ گاندھی جی کو یہاں تک لکھدیا۔ کہ

"جہاں تک میرا تعلق ہے۔ مجھے جنگ میں مزا آتا ہے۔ جنگ کے دوران میں میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھ میں زندگی ہے"۔

بڑے نہرو صاحب نے لکھا۔

"ہر اس جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر اس پر تشدد کیا جا رہا ہے۔ جو امن قائم کرنے کے قابل ہے۔ ہندوستان بھر میں مجلس عاملہ کو خلاف قانون قرار دینے اور اس کے جلسے بند کرنے کی کوشش کرنے کا یقینی نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ قومی جدوجہد خواہ کیسے بھی نتائج کیوں نہ برآمد ہوں۔ جاری رہے"۔

غالباً اسی قسم کے خیالات پر پردہ ڈالنے کے لئے گاندھی جی کو اپنے آخری خط میں یہ لکھنا پڑا۔ کہ "عدم تشدد آخر تک قائم رہے گا"۔

لیکن اسی خط میں انہوں نے "حکومت کو بد اخلاقی" کا مرتکب قرار دینے سے دریغ نہیں کیا ؛

ان حالات میں اگر صلح ناکام رہی۔ تو کونسی تعجب کی بات ہے ؛

جمعیۃ العلماء کے لئے سبق

کانگرسیوں کی ان شرائط میں جو وائسرائے ہند کے سامنے پیش کی گئیں۔ کسی اور کے لئے کوئی سبق ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن "جمعیۃ العلماء ہند" کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ جس کے "واحد ترجمان الجمعیۃ" نے شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ لگانے کی جہاں یہ وجہ بیان کی تھی۔ کہ

"مطالبہ کو منوانے کے لئے اس قسم کے ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں۔ جن سے حکومت کو نقصان پہونچے"۔

وہاں یہ بھی واضح کر دیا تھا۔ کہ :-

"اگر ہندوستان کے مطالبہ کے متعلق کوئی سمجھوتہ ہو جاتا ہے تو یہ ذرائع جو حصول مقصد کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر وہی حیثیت قائم ہو جائے گی جو پکٹنگ شروع کرنے سے قبل تھی"۔

یعنی ہندوستان کے مطالبے کے متعلق سمجھوتہ ہو جانے کے بعد شراب کی دوکانیں پہلے کی طرح شراب فروشی کے لئے آزاد ہونگی۔ اور جمعیۃ العلماء شراب فروشی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریگی۔ لیکن کانگرسیوں نے اس بارے میں صاف طور پر کہہ دیا۔ کہ شراب اور غیر ملکی کپڑے پر پکٹنگ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حکومت ان دونوں چیزوں کو ممنوع نہ قرار دے دیگی ؛

کیا کانگرسی راہ نماؤں کے شراب کے خلاف اس عزم و ارادہ سے علماء کی جمعیۃ کچھ ندامت محسوس کرے گی ؟

ہندو عورتوں کی نشانہ بازی

ہندوؤں کے سپہ سالار اور جنگی راہ نما ڈاکٹر مونجے نے ۵ ستمبر اکولہ میں برار اور صوبجات متوسط کی رائفل ایسوسی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے مردوں کے علاوہ متعدد مرہٹہ خواتین کو نشانہ بازی کی تلقین کی۔ اس ارشاد کی تعمیل میں عورتوں نے غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ بندوقیں چلائیں ؛

جو لوگ اپنی عورتوں میں اس طرح جنگی سپرٹ پیدا کرنے اور انہیں آتشین اسلحہ سے نشانہ بازی کی مشق کرانے میں مشغول ہیں۔ وہ خود کیا کچھ تیاریاں نہ کرتے ہونگے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان جن کا دعویٰ ہے

ع تیغوں کے سایہ میں ہم پلکر جواں ہوئے ہیں

اور جو آج بھی کہہ رہے ہیں :- ع خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا۔

وہ بالکل غافل پڑے ہیں حتےٰ کہ اپنے ہاتھوں میں تلوار یا کم از کم لاٹھی ... رکھنا بھی ان کی نزاکت پر بار ہے۔ دوسرے مسلمان تو الگ رہے۔ ہم اپنی جماعت کے افراد سے پوچھتے ہیں۔ کیا ان میں سے ہر وہ شخص جو بندوق رکھ سکتا ہے۔ یا تلوار رکھ سکتا ہے۔ اپنے امام کے ارشاد کی تعمیل میں یہ اشیاء رکھتا ہے۔ اور جو سرکاری پابندیوں کی وجہ سے یہ نہیں رکھ سکتا۔ وہ اپنے پاس اچھی خاصی لاٹھی رکھتا ہے۔ جو احمدی ابھی تک اس ارشاد کی تعمیل کرنے میں قاصر ہے۔ اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بے حد سست از حد لاپرواہ۔ اور اپنی جان و مال کی حفاظت سے قطعاً غافل ہے ؛

34

حقائق القرآن

(فرمودہ)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سُورۃُ الماعُون

(۱۱ر اگست سنہ ۱۹۳۰ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَیں اللہ کا نام لیکر شروع کرتا ہوں۔ جو بے انتہاء کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۞

کیا تجھے اُس شخص کا حال معلوم ہے۔ جو جزاء و سزا کا انکار کرتا ہے۔

بہت لوگ اپنی نادانی سے خیال کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں عقائد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں۔ کہ عقائد و ایمانیات کا کیا فائدہ؟ اور عجب بات یہ ہے۔ کہ یہی وُہ زمانہ ہے۔ جس میں سائنس نے بہت زیادہ ترقی کی۔ مگر اسی وقت سب سے زیادہ میٹیریل ازم کا زور ہے۔ آج ہر طرف مادیت ہی مادیت دِکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ ذہنی قوتوں کے ارتقاء کے معنے یہ ہیں۔ کہ مادیات تابع ہیں ذہنی قوتوں کے۔ مگر مادیت پر انحصار کر لینے کے معنے یہ ہوئے۔ کہ ذہنی قوتیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ لیکن جب ہم انسان کے ارادوں اور اس کے خیالات پر ترقیات کا مدار رکھتے ہیں۔ تو ہمیں ماننا پڑیگا۔ کہ مادیات قوتِ ارادی کی تابع ہیں۔ مادیت کی مثال لوہے کی ہے۔ اور قوت ارادی کی مثال مقناطیس کی۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح ارادہ مادے کو کھینچ لیتا ہے۔ مگر عام طور پر یورپ کے لوگوں سے جب مذہب کا ذکر کرو۔ تو ان میں سے ہر شخص کہیگا۔ مَیں اعتقادی باتوں پر اعتبار نہیں کرسکتا۔ میرے سامنے عملیات پیش کرو۔ تم یہ بتاؤ۔ کہ تمہارے مذہب نے امیروں اور غریبوں کی جنگ کے متعلق۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کے جھگڑے کے متعلق کیا طریقِ فیصلہ پیش کیا ہے؟ مگر یہ جو کہتے ہو۔ کہ ہمارا فلاں فلاں عقیدہ ہے۔ بالکل فضول بات ہے۔ مجھے اس سے کیا۔ کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ غرض ہر مادہ پرست یہی کہیگا۔ کہ مَیں عمل کے متعلق تو مانتا ہوں۔ کہ وہ انسانوں کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ مگر اعتقادات کو نہیں مانتا۔ ریلیجن کو تو مانتا ہوں۔ مگر کریڈ کو نہیں مانتا۔ یعنی اصولی تعلیموں کو تو مَیں تسلیم کر لوں گا۔ مگر نماز اور روزے کا قائل نہیں ہوں گا۔ غرض اعتقاد کو یُوں رد کر دیا۔ اور عمل کو کریڈ کے ماتحت ترک کر دیا۔ اب صرف یہ اصول رہ گیا۔ کہ دنیا میں نیکی کرنی چاہیئے۔ وہ اِس اصل کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ دُنیا میں ہمیں نیکی کرنی چاہیئے۔ مگر کہتے ہیں۔ تعلیم اپنے لئے ہم خود تجویز کر لیں گے۔ کسی خاص اعتقاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ دنیا میں جس قدر بھی اعمال اِنسان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی عقیدہ کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک ہندو کی زندگی کا مقابلہ کسی مسلمان یا عیسائی کی زندگی سے کرو۔ خود بخود ان میں نمایاں فرق دکھائی دیگا۔ شرعی کاموں میں ہی نہیں۔ بلکہ عام دوسرے کاموں اور اخلاق میں بھی تفاوت نظر آئیگا۔ یہ سب عقائد اور ایمانیات کا اثر ہوگا۔ چاہے ایک آدمی ہندوؤں یا عیسائیوں میں ہی کیوں نہ رہتا ہو۔ لیکن عقائد کا اختلاف ہو۔ تو یقیناً اس کا اور حال ہوگا۔ اور دوسروں کا اور۔ مثلاً جو شخص آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ قیامت اور جزاء و سزا کا قائل نہیں۔ اس کے اعمال اور قسم کے ہونگے۔ اور قیامت کے قائلین سے صاف صاف علیحدہ کام کرتا دِکھائی دیگا۔ اللہ تعالےٰ نے اِس جگہ اِسی اصل کو پیش کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ ارءیت الذی یکذب بالدین۔ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ ایمانیات و عقائد سے ہمارا کیا فائدہ۔ اصول یہ ہے۔ کہ بس دنیا میں نیکی کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ کہنے کو تو بڑا اچھا قول ہے۔ کہ نیکی کو نیکی کی خاطر کرنا چاہیئے۔ کسی خاص عقیدے پر ایمان نہیں رکھنا چاہیئے۔ مگر یہ بھی تو دیکھو۔ کہ اس کا اعمال پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ لوگ جو حقیقی طور پر جزاء و سزا کے منکر ہوں۔ ان کے اعمال بالکل اور رنگ کے ہونگے۔ ان میں نیکی اور پاکیزگی نہیں ہوگی۔ مگر بہت ہیں۔ جو بظاہر جزاء و سزا کے منکر معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے اندر کسی حد تک مخفی ایمان ہوتا ہے میرے پاس قیامت کے منکروں کو لاؤ۔ دس میں سے نو یقیناً ماننے والے ہونگے۔ یونہی نہیں۔ بلکہ جرح کرکے پوچھو۔ پتہ لگیگا۔ کہ اُن کے دل قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور در اصل میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ کہ دس میں سے دس ہی ماننے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر بعض کے دِل میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں باوجود قیامت کا انکار کرنے کے ان کے اعمال اچھے ہیں۔ در اصل حقیقت یہی ہوتی ہے۔ کہ اُن کے دِل جزاء و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی یقین کے ماتحت اُن سے اچھے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔

گذشتہ سال ایک ایم۔ اے مجھ سے کشمیر میں ملنے آئے۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے۔ کہ خدا نے کیوں دنیا پیدا کی۔ خواہ نخواہ ایک مصیبت ڈالدی۔ اول تو مجھے یقین ہی نہیں۔ کہ خدا نے یہ دنیا پیدا کی ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ خدا نے ہی اِس دنیا کو پیدا کیا۔ تو پھر مجھے اس سے کیا تعلق۔ کہ مَیں روزے رکھوں اور نمازیں پڑھوں۔ میں نے کب کہا تھا۔ کہ مجھے پیدا کرو۔ مَیں نے کہا۔ اب آپ کو کس نے روکا ہوا ہے۔ اگر زندگی فی الحقیقت بُری چیز ہے۔ تو کیوں نہیں اپنے آپ کو مار لیتے۔ کہنے لگے۔ مجھ سے تو یہ سوال نہ کریں۔ مگر دنیا میں مجھے دُکھ ہی دُکھ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر وہ دنیا میں دکھ ہی دکھ پاتے تو جلد سے جلد اسے چھوڑ دیتے۔ لیکن اُن کا عملی طور پر یہ کہنا۔ کہ ہمیں زندہ رہنے دو۔ تاہم دنیا کو دیکھیں۔ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ زندگی کو ایک انعام اور نعمت سمجھتے ہیں۔

پس دراصل ایسے لوگوں کے دِل میں دنیا کی نعمتوں کا یقین ہوتا ہے۔ مگر ظاہرًا یہی کہتے ہیں۔ ہمیں دنیا پسند نہیں۔ اس میں دُکھ ہی دُکھ ہے۔ اسی طرح جزا و سزا کا انکار کرنے والے ہوتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں۔ جو بظاہر انکار کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت انکے دِل اُس پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایسے لوگ جو واقع میں قیامت کے منکر ہوں۔ ان کے اعمال اگر دیکھو۔ تو وہ ضرور علیحدہ رنگ کے ہونگے۔ جو شخص دِل سے اور حقیقی طور پر اس کا منکر ہوگا۔ وہ کبھی نیک اعمال نہیں کریگا۔ پس یہ خیال ہی غلط ہے۔ کہ خدا پر ایمان لانے اور قیامت پر یقین رکھنے کے بغیر بھی انسان نیکی کر سکتا ہے۔ یہ محض وہم ہے۔ اور جو لوگ نیکی کرتے ہیں۔ وہ دِل میں اس پر ضرور یقین رکھتے ہیں۔ یہاں یہی بتلایا گیا ہے۔ کہ جو حقیقتًا قیامت کا منکر ہوگا۔ وہ نیک اعمال بھی نہیں کرے گا۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۙ

ایسے شخص کو دیکھو گے کہ وہ یتیم کو دھکے دیدے کر پرے ہٹاتا ہوگا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۭ

اور طعام مسکین کی نہ خود کبھی رغبت کریگا۔ اور نہ دوسروں کو ترغیب دلائیگا۔ یعنی کسی کی جانی اور مالی ذمہ داری اُٹھانے کو تیار نہیں ہوگا۔ یدعّ الیتیم میں یتامیٰ کی نسل کی ذمہ داری کا ذکر ہے۔ اور طعام مسکین میں انکی جان کی حفاظت کا ذکر ہے۔ گویا خلاقی اور جانی دونوں ذمہ داریاں لینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ کھانے سے زندگی قائم رہتی ہے اور نگرانی سے اخلاق قائم رہتے ہیں۔ پس ایسا شخص نہ اخلاقی تربیت مدنظر رکھیگا۔ اور نہ جسمانی تربیت کا خیال کریگا۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد ہی بعث ما بعد الموت پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ اگر قیامت پر ایمان نہیں ہوگا۔ تو قطعًا موانست اور رابطہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص کہیگا۔ یتیم مریں یا جیئیں۔ اُنہیں روٹی ملے یا نہ ملے۔ مجھے اس سے کیا؟ غرض یہ ایک اصل ہے۔ کہ قیامت پر ایمان لانے کے نتیجہ میں ہی نیکی پیدا ہوتی ہے۔ مگر آگے نیکی کے بھی کئی ذرائع ہیں۔ ان میں سے نماز بھی ایک ذریعہ ہے۔ فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ

ہلاکت ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو مغز نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ نماز کا مغز کیا ہے؟ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ نماز انسان کو فحشاء اور منکر سے باز رکھتی ہے۔ پس ہم عن صلوٰتھم ساھون کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ لوگ نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ نماز جو کچھ ان سے کہتی ہے۔ اسے سنتے نہیں۔ نماز نہی کرتی ہے۔ روکتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ فحشاء کے قریب مت جاؤ۔ لیکن جو انسان اس آواز پر کان نہیں دھرتا۔ وہ نماز سے غافل سمجھا جائیگا۔ پس اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کیونکہ اگر یہی مطلب ہوتا۔ تو وہ مصلّی کیونکر ہوتا۔ پس مصلّی کا لفظ استعمال کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ ہے تو نماز پڑھنے والا۔ مگر نماز جو کچھ بتاتی ہے۔ اُس پر کان نہیں دھرتا۔ تو فرمایا۔ فویلٌ وہ لوگ جو نماز تو پڑھتے ہیں۔ مگر اس سبق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جو نماز سے حاصل ہوتا ہے۔ انکے لئے ہلاکت ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ ۙ

پھر ان لوگوں کے لئے بھی ہلاکت ہے۔ جو ریاء کے طور پر اور محض لوگوں کے دکھانے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جو عادتًا نماز پڑھتے ہیں اور اگر کوئی رسمًا پڑھتا ہے۔ تو وہ بھی دکھلاوے کے طور پر نماز پڑھنے والا سمجھا جائیگا۔ کیونکہ جو چیز اپنے عمل سے دکھلا رہا ہے۔ وہ اس کے اندر موجود نہیں۔ نماز کے معنے تو قربِ الٰہی کے ہیں۔ لیکن یہ چونکہ رسمًا یا عادتًا نماز پڑھنے کی وجہ سے بناوٹ سے کام لیتا اور تماشے کے طور پر نماز پڑھتا ہے۔ اِس لئے دکھلاوے کے طور پر نماز پڑھنے والوں میں شمار کیا جائیگا۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ

ایسے لوگوں کی ایک یہ بھی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ ماعون سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ ماعون کے معنے پانی کے بھی ہوتے ہیں۔ اور ماعون کے معنے احسان کے بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ معمولی معمولی چیزوں سے بھی لوگوں کو روکتے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کو احسان کرنے سے بھی روکتے ہیں الماعون کے معنے اطاعت اور فرمانبرداری کے بھی ہیں۔ یعنی وہ اطاعت اور انقیاد سے بھی روکتے ہیں۔ حالانکہ نماز انسان کو اطاعت کا سبق دیتی ہے۔ مگر یہ کہتے ہیں۔ کسی کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر ماعون کے معنے زکوٰۃ کے بھی ہیں۔ اور ماعون ان چیزوں کو بھی کہتے ہیں۔ جو عام طور پر استعمال کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مانگ لی جاتی ہیں۔ جیسے کلہاڑی ہوئی۔ چھری ہوئی سل بٹہ ہوا۔ اپنے گھر نہ ہو۔ تو ہمسایہ سے مانگ لیا جاتا ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں۔ جنہیں استعمال کرنے کے لئے رواجًا ایک دوسرے سے مانگ لیا جاتا ہے۔ اور دوسرا بھی سمجھتا ہے۔ کہ جب مجھے ضرورت ہوگی۔ میں بھی اس سے مانگ لوں گا۔ فرمایا وہ ایسا شخص ہوتا ہے۔ کہ ماعون سے بھی روکتا ہے۔ اتنا بھی نہیں چاہتا۔ کہ اس سے معمولی فوائد بھی دوسروں کو پہنچ سکیں۔ چونکہ ماعون کے معنے نہایت معمولی اور تھوڑی سی رقم کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی رقم جسے دوسرے کو دیدینے سے انسان کو زیادہ نقصان احتمال نہ ہو۔ مثلاً کوئی حاجتمند کبھی آگیا۔ تو اُسے مدد کے طور پر کچھ پیسے دیدیئے۔ اِس لئے یمنعون الماعون کا یہی مطلب ہے۔ کہ وہ ایسی معمولی چیزیں بھی دوسروں کو دینے سے کنارہ کش رہتا ہے۔ جن کے دینے سے اِسکو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور پھر تعجب یہ کہ وہ دوسروں کو بھی روکتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ایسا مت کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ جب کسی انسان کے دِل میں ایمان نہیں رہیگا۔ یقینًا اس کے اعمال میں نقص پیدا ہو جائیگا۔ اور بیاہے وہ ظاہر میں بعض اعمال کرتا بھی رہے۔ تو بھی فطرتی اعمال اُس سے پُورے طور پر ظاہر نہیں ہونگے۔ بعض تکلف کے اعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز ہے۔ یہ منافق بھی پڑھ لیگا۔ لیکن باریک اعمال میں ایسا شخص بہت سست ہوگا۔ غرض عقائد انسان کے اخلاق کی درستگی کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ شخص جو عقائد سے حقیقتًا کورا ہوگا۔ اعمال سے بھی یقینًا معرّا ہوگا۔ اور جتنی زیادہ عقائد میں کمزوری آتی جائیگی۔ اسی نسبت سے اعمال میں بھی کمی آتی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک نماز پڑھنے والا اور بظاہر مسلمان کہلانے والا ایسا ہوگا۔ جو دل سے قیامت اور خدا کا منکر ہوگا۔ وہ بظاہر اگرچہ مومن کہلائیگا۔ لیکن باطن میں کافر ہوگا۔ وہ تصنّع سے نمازیں پڑھتے گا۔ دکھانے کے لئے تسبیحیں پھیریگا لیکن دِل اس کا خدا سے دور اور جزا و سزا سے منکر ہوگا۔ غرض یہاں یہ معیار بتایا ہے۔ کہ عقائد معلوم کرنے کے لئے انسان کے اعمال پر نگاہ ڈالو۔ اگر کسی دہریہ کو دیکھو کہ وہ اعمال میں چُست ہے۔ تو درحقیقت وہ دہریہ نہیں۔ بلکہ دل میں اسے خدا پر ایمان ہے۔ اور اگر منہ سے کوئی شخص خدا کا اقرار بھی کرتا ہے۔ لمبی لمبی نمازیں بھی پڑھتا ہے۔ مگر اس کو اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں۔ بلکہ روز بروز اعمال میں گرتا جاتا ہے۔ تو

[illegible] اعمال سے ہی کسی کے عقائد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دہریہ کا بھی۔ اور مومن کا بھی۔ اعمال سے ہی پتہ چلتا ہے۔ کہ کون مومن ہے اور کون کافر۔ پس اس معیار

تاریخ اسلام

ہندوستان کس طرح مسلمانوں کا وطن بنا

آج ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ اور محض اس لئے لگایا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان سے انہیں خارج کر دیں۔ یا قعر مذلت میں گرا کر نہایت ادنےٰ حالت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیں۔ کہ انہیں ہندوستان سے محبت نہیں۔ اور ان کا خیال ہمیشہ عرب کی طرف رہتا ہے۔ بلاشبہ مذہبی لحاظ سے ہر ایک مسلمان کے نزدیک خطۂ عرب کا جو درجہ ہے۔ وہ کسی اور ملک کا نہیں۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مسلمان کسی خاص ملک کو ہندوؤں یا دوسری اقوام کی طرح اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اسلام تمام دنیا کے لئے ہے۔ اور ساری دنیا مسلمانوں کے لئے ہے۔ پنجاب کے ایک مشہور شاعر نے مسلمانوں کے اسی جذبہ کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمان جہاں بھی گئے۔ اسی ملک کو اپنا وطن سمجھا۔ وہیں کے ہو رہے۔ اور وہیں وہ خدمات سرانجام دیں۔ جو اپنے وطن کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اسی لحاظ سے ہندوستان کی سرزمین سے مسلمانوں کا ایسا گہرا تعلق ہے۔ کہ ممکن نہیں۔ ایک مسلمان کہلانے والے کو ہندوستان سے دلی انس نہ ہو۔ ہندوستان کی مٹی اسلام کے ہزاروں لاکھوں شجاع۔ بہادر اور صاحب علم وفضل فرزندوں کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہے۔ مسلمانوں نے اس ملک کو اپنے خون کی ندیاں بہا کر اور بڑی بڑی قربانیاں کر کے حاصل کیا۔ پھر خطرناک شدائد ومصائب کا مقابلہ کر کے یہاں طرح طرح کے علوم وفنون رائج کئے۔ اور مہذب ممالک میں اس کا پایہ بلند کیا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ مسلمانوں نے صفحہ عالم پر رونما ہونے کے بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد ہندوستان سے اپنا تعلق پیدا کر لیا۔ اور آج خدا کے فضل سے سات کروڑ مسلمان یہاں موجود ہیں۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اس قدر لمبے عرصہ تک ہندوستان سے تعلق رکھنے کے باوجود مسلمانوں کے اندر اس ملک کے لئے محبت و الفت کے جذبات نہ پائے جائیں۔

الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ ہند کی جلد دوم کے صفحہ ۹۱ لم پر جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمان حضرت امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اسی طرح لیتھبرج صاحب نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے۔ اور لکھا ہے ۱۵ھ میں ابو العاص عامل یمن سندھ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن عربی اور فارسی تواریخ کے مطالعہ سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس بحری طاقت بالکل نہ تھی۔ اس لئے بحری راستہ سے مسلمانوں کا ہند میں داخل ہونا محالات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بری راستہ ایران اور افغانستان سے ہو کر آتا ہے۔ مگر حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں ایرانی حکومت مسلمانوں سے برسر پیکار تھی۔ اس لئے اس راستہ سے بھی مسلمانوں کا ہندوستان میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔

الفنسٹن صاحب نے ہندوستان پر مسلمانوں کے حملہ کی وجہ تلاش کرتے ہوئے اپنی رائے یہ ظاہر کی ہے۔ کہ مسلمان سندھ سے حسین عورتیں تلاش کرنے آئے تھے۔ لیکن اس خیال کی حماقت پر ایک طفل مکتب بھی حیران ہوگا۔ ہندوستان کی عورتوں کو شام مصر۔ عرب۔ روم اور ایران کی عورتوں سے زیادہ دلکش ظاہر کرنا عیسائی مؤرخین کے تعصب کی ہزارہا مثالوں میں سے ایک بین مثال ہے۔ اور جب ان ممالک میں سے کسی پر بھی مسلمانوں کے حملہ کی وجہ عورتوں کا حاصل کرنا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ تو سندھ پر حملہ کی یہ وجہ کس طرح قرار دی جا سکتی ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبدالرحمٰن بن سمرہ حاکم سیستان نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ جسکی وجہ یہ تھی۔ کہ ۲۱ھ یا ۱۹ھ میں مشہور جنگ نہاوند ہوئی۔ چونکہ یہ ایرانیوں کی آخری قسمت آزمائی تھی۔ اس لئے یزدجرد شاہ فارس نے ایشیائی اقوام سے بھی استمداد چاہی۔ اور والئے سندھ نے ایک لشکر اس کی امداد کے لئے روانہ کر دیا۔ گویا یہ سندھیوں کی مسلمانوں سے پہلی چھیڑ خوانی تھی۔ فتح نہاوند کے بعد فاروق اعظم نے حکم بن عمرو التغلبی کو فتح مکران واقعہ بلوچستان پر مامور فرمایا۔ اس موقعہ پر بھی سندھیوں نے اہل مکران کی مسلمانوں کے خلاف مدد کی۔ لیکن مکران کو فتح کر لینے کے باوجود مسلمانوں کی طرف سے سندھ پر کوئی حملہ نہ کیا گیا۔ کیونکہ اسوقت مسلمانوں کی توجہ دوسری اہم مہمات کی طرف لگی ہوئی تھی۔ آخر عہد عثمانی میں عبدالرحمٰن بن سمرہ نے سب سے پہلے سندھ پر حملہ کیا۔ اور اسلامی لشکر مقام بغزور تک پہنچ گیا۔ مگر اہل کابل کی سرکوبی کے لئے آپکو بہت جلد واپس جانا پڑا۔ اور آپکے بعد سوار العبدی اس کام پر مامور ہوئے۔ انہوں نے ایک شہر فتح کیا۔ جس کا نام عربی تاریخوں میں قیقان لکھا ہے۔ لیکن ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باعث مسلمانوں میں خوفناک خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس لئے یہ سلسلہ رک گیا۔ حتےٰ کہ ربیع الاول ۴۱ھ میں حضرت معاویہ کے تخت حکومت پر متمکن ہونے پر قدرے امن ہوا۔ اور مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ آپ کے عہد میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے پھر سندھ پر حملہ کیا۔ اور قندھار سے لیکر ملتان تک تمام علاقہ فتح کر لیا۔ اس دوران میں غور میں بغاوت ہو گئی۔ اور مہلب کو بھی ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ کیونکہ آپ گورنر جنرل خراسان کے ماتحت تھے۔ اس واقعہ کے بعد خراسان کا گورنر جنرل چونکہ ایک ایسا آدمی مقرر ہوا۔ جسے جنگی مہمات سے چنداں شغف نہ تھا۔ اس لئے فتح ہند کی طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔ ۶۰ھ میں حضرت معاویہ فوت ہوئے اور یزید بادشاہ تخت نشین ہوا جس کے زمانہ میں واقعہ ہائلہ کربلا ہوا۔ اور ان خانہ جنگیوں نے بیرونی فتوحات کا خیال ہی بھلا دیا۔ یزید کی ۶۴ھ میں وفات کے بعد بنو امیہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر میں فساد کیوجہ سے مجاہدین شرق کوئی کارہائے نمایاں نہ کر سکے۔ لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان حکمران مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے سپہ سالار حجاج بن یوسف ثقفی کو شرقی ممالک کا کامل الاختیار نائب مقرر کیا۔ جنہوں نے سندھ کا حاکم مجاعہ بن سعد التیمی کو تجویز کیا۔ اس شخص نے صرف ایک شہر فتح کیا جسکا نام قندابیل لکھا ہے۔ لیکن حجاج کی سخت طبیعت کے باعث مسلمانوں میں پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا۔

عبدالملک کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے ولید آپ کے جانشین ہوئے۔ انکے زمانہ میں راجہ لنکا نے ان تمام یتیم بچوں اور بیواؤں کو جن کے سرپرست لنکا میں تجارت کے لئے آئے تھے۔ مگر وہاں فوت ہو چکے تھے۔ مسلمان بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے معہ قیمتی تحائف جہازوں میں سوار کر کے روانہ کیا۔ مگر جہاز مخالف ہوا کیوجہ سے دیبل واقع سندھ پر آ لگے۔ جنہیں سندھیوں نے لوٹ لیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ حجاج نے راجہ داہر والئے سندھ کو لکھا۔ کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اس نے یہ کہکر ٹال دیا۔ کہ قزاق میرے بس میں نہیں ہیں۔ حجاج نے پے در پے دو بار سندھ پر لشکر بھیجا۔ مگر دونوں بار مسلمانوں کو ناکامی ہوئی۔ اس پر حجاج نے اس مہم کا تمام خرچ خود برداشت کرنے کا وعدہ کر کے خلیفہ ولید سے چھ ہزار شامی جنگجو منگوائے۔ اس فوج کا سپہ سالار ایک سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم تھا۔ جو حجاج کا چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھا۔

حجاج نے فوج کو ہر قسم کے سامان سے آراستہ کیا۔ اور محمد بن قاسم اکیس ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ فوج لے کر براہ شیراز علاقہ سندھ میں داخل ہوا۔ حجاج نے اس ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ کی طرز

کے لئے آلات قلعہ کشائی بھی براہ خلیج فارس بھیجے۔ ان میں سے ایک منجنیق اس قدر وزنی تھی۔ کہ اسے پانسو جوان بمشکل کھینچ سکتے تھے۔ اور اس کا نام عروسک تھا۔ دو تین چھوٹے چھوٹے قلعے فتح کرنیکے بعد محمدؐ بن قاسم نے قلعہ دیبل کا محاصرہ کیا۔ اسی قلعہ میں مسلمان عورتیں قید تھیں۔ سات روز تک مقابلہ رہا۔ ایک برہمن نے محمد بن قاسم کو بتایا۔ کہ جب تک قلعہ کے اندر کا گنبد نہ اڑایا جائے گا۔ اہل قلعہ دل شکستہ نہیں ہونگے اور برابر لڑتے جائینگے۔ لشکر اسلام میں ایک مشہور منجنیقی جعونہ نامی تھا۔ جس نے تاک کر ایسا نشانہ لگایا۔ کہ گنبد ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس پر ہندوؤں کے حوصلے ٹوٹ گئے غازیانِ اسلام کمندیں ڈالکر جھٹ فصیل پر چڑھ گئے۔ اور قلعہ فتح کرلیا۔ لیکن پھر بھی شہر کے اندر تین روز تک فریقین میں تلوار چلتی رہی۔ مسلمانوں نے اپنے قیدی آزاد کرالئے۔ اور جس ہندو افسر نے بحالتِ قید مسلمان عورتوں اور بچوں سے نیک سلوک کیا تھا۔ اسے محمدؐ بن قاسم نے اپنا وائسرائے مقرر کیا۔

اس کے بعد محمدؐ بن قاسم نے چند ایک قلعے معمولی کوشش سے فتح کرلئے۔ اور دریائے سندھ پر پہونچ کر خیمہ زن ہوگیا۔ دریا کی دوسری طرف ہندو فوج پڑی تھی۔ جو نہ پل باندھنے دیتی تھی۔ اور نہ ہی اس کی موجودگی میں دریا کسی اور طرح عبور کیا جاسکتا تھا۔ پچاس روز محمدؐ بن قاسم یہاں پڑا رہا۔ گھوڑے اور مجاہدین بھی بیمار ہونے شروع ہوگئے۔ آخر محمد بن قاسم نے ان ہندوؤں کی کوشش سے جو اس کے نیک سلوک سے اس کے ساتھ مل گئے تھے کشتیاں فراہم کیں۔ اور نہایت جوانمردی سے کام لے کر ان کا ایک پل تعمیر کرایا۔ جس پر سے تمام فوج کو پار اُتارا۔ راجہ داہر نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ دو اور جرنیل یکے بعد دیگرے مقابلہ پر آئے۔ لیکن شکست کھا کر فرار ہوگئے

آخر خود راجہ داہر پانچ ہزار سوار۔ بیس ہزار پیادے۔ اور ساٹھ جنگی ہاتھی لیکر مقابلہ پر نکلا۔ پہلے روز جنگی ہاتھیوں سے مسلمانوں پر حملہ کرایا۔ لیکن بہادرانِ اسلام کی شمشیر خارا شگاف نے ان کے منہ پھیر دیئے۔ اس سے ہندو فوج کو بہت مایوسی ہوئی۔ خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت کا مسلمانوں کے ساتھ کھلا کھلا مشاہدہ کرکے اگلے روز جب پھر میدان کارزار گرم ہوا۔ تو کچھ ہندو راجہ داہر کی فوج سے نکل کر آئے۔ اور محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ کسی خوف یا بزدلی کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے۔ بلکہ نہایت صدق دل سے اسلام لائے۔ اور بہادری اور شجاعت سے اپنے سینے معمور رکھتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی فوج کا ایک دستہ لیکر پشت سے راجہ داہر کی فوج پر حملہ کیا۔ اس دن سخت خونریز جنگ ہوئی۔ بے شمار ہندو قتل ہوئے۔ اور شام کے وقت راجہ کے ہمراہ صرف ایک ہزار جوان رہ گئے۔ غازیانِ اسلام بھی ہزاروں کی تعداد میں شہید ہوئے۔ اس لڑائی میں انجام کار راجہ داہر بھی مارا گیا۔ یہ لڑائی دسویں ماہ رمضان ۹۳ھ کو ہوئی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم الور اور سکہ کو فتح کرتا ہوا ملتان جا پہونچا۔ جہاں ہندو فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور یہ لڑائی دو ماہ تک جاری رہی۔ اجناس خوردنی سخت گراں ہوگئیں۔ آخر ایک ملتانی ہندو کی رہبری سے سرنگ لگا کر محمدؐ بن قاسم نے قلعہ کو فتح کرلیا۔ قلعہ کے اندر سے ساٹھ ہزار درم چاندی دستیاب ہوئی۔ اور ایک برہمن نے ایک دفینہ کا پتہ دیا جس سے بہت کچھ مال برآمد ہوا۔

اس طرح ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ روز بروز بڑھ رہا تھا۔ کہ حجاج کی موت نے اسے روک دیا۔ اور ایک عرصہ تک اس طرف پھر کوئی توجہ نہ کی جاسکی۔ سندھ کی حکومت اس زمانہ میں قریباً آدھے ہندوستان پر تھی۔ لکھا ہے۔ کہ راجہ داہر کی ایک بہن تھی۔ جس کے متعلق نجومیوں نے بتایا تھا۔ کہ فرمانروائے ہندوستان سے اس کی شادی ہوگی۔ راجہ داہر نے اس خیال سے کہ ہندوستان کا مالک کوئی اور نہ ہو جائے۔ اپنی بہن سے خود ہی شادی کرلی۔ لیکن جب داہر مارا گیا۔ تو خلیفہ وقت کی اجازت سے محمد بن قاسم نے اس سے نکاح کرلیا۔

پُرانے خطوط کی ضرورت

عاجز راقم اپنی صحت کے واسطے رخصت لے کر پہاڑ پر آیا تھا۔ اور ساتھ ہی خیال تھا۔ کہ فرصت اور طاقت کے مطابق عاجز ان یادداشتوں کو تالیف کرے گا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مبارک کے ایام کے متعلق ہیں۔ مگر شملہ گرمیوں میں ہندوستان اور پنجاب کی حکومتوں کا مرکز ہے۔ اور اکثر دوستوں کے خطوط اپنے کاموں کے متعلق آنے شروع ہوگئے۔ چونکہ کسی بھائی کی خدمت سے انکار بعید از مروت تھا۔ اس واسطے اکثر ایام اس میں صرف ہوئے۔ علاوہ اسکے ہفتہ واری لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری ہوگیا۔ جس میں عاجز نے کئی ایک تقریریں کیں۔ غرض اس قسم کی مصروفیتیں رہیں تاہم میں کچھ کچھ یادداشتیں لکھتا رہا ہوں۔ اور مزید توفیق اور تکمیل کام کے واسطے احباب کی دعا سے مدد چاہتا ہوں۔ چونکہ عاجز ایک عرصہ تک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حضور ڈاک کی خدمت پر مامور رہا اس واسطے احباب کرام کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ اگر کسی دوست کے پاس میرا کوئی خط ان ایام کا ہو۔ تو مجھے بھیج دیں۔ نقل کرکے اصل واپس

مسیح موعود علیہ السّلام اور مُسلمان

عین وقت پر جبکہ دُنیا میں تاریکی چھا رہی تھی۔ زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق بن رہا تھا۔ رب العالمین نے اپنی سنت اور وعدہ کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح کا لقب عطا کرکے۔ دنیا کے امن۔ اسلام کی ترقی۔ اور مسلمانوں کی مشکل کشائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس مرسل ربانی نے اعلان کیا۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے۔

پھر کیا تھا۔ علماء زمانہ آپے سے باہر ہوگئے۔ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء پر کفر کے فتوے صادر کئے۔ مسیح علیہ السلام کی محبت کا مخالفین سے بڑھ کر ثبوت دیا۔ اور آنحضورؐ کو مسیح علیہ السلام کی ہتک کرنے والا قرار دیکر جمہور اہل اسلام کو آپ کے فیض سے محروم رکھنے کی کوشش کی۔

جس طرح حضرت موسٰے علیہ السّلام کی امت انتقام کی شرعی اجازت کے سبب انتقام لیتے لیتے شقی القلب ہوگئی تھی۔ اور اللہ تعالٰے نے آپؑ کی امت کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح علیہ السّلام کو ایسی نرم تعلیم دیکر بھیجا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی آگے کردو۔ بعینہٖ اسی طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں اللہ تعالٰے نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ امت محمدیہ کے غلط عقائد کی اصلاح کرے۔ قرون اُولٰی کے مسلمانوں نے جو تلوار اپنی حفاظت میں اٹھائی تھی۔ دشمنانِ اسلام نے اس کے متعلق یہ غلط الزام لگایا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اور اسلام کے نادان دوست مسلمانوں نے لا اکراہ فی الدین کے فرمان واجب الاذعان کی موجودگی میں ناجائز فخر کے سبب یہ عقیدہ قبول کرلیا۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اور غیر مسلموں کو قتل کرنا ثواب ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اعلان کیا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اور اپنے پیروؤں کو مسیح علیہ السّلام کی طرح صبر و برداشت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

گالیاں سنکر دعا دو۔ پاکے دُکھ آرام دو۔
کبر کی عادت جو دیکھو۔ تم دکھاؤ انکسار۔
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی۔
چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
چپ رہو تم دیکھکر ان کے رسالوں کے ستم
دم نہ مارو۔ گر وہ ماریں اور کردیں حال زار

چنانچہ آپ کے پیروؤں نے پتھروں کی بارش میں صبر و استقلال کا وہ نمونہ دکھایا۔ کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ اور باوجود اس ظلم کے ان کے ہزاروں بھائی اپنے بادشاہ کے سچے وفادار اور بغاوت سے کوسوں دور رہے۔ مگر آہ علماء نے اس پاک تعلیم کو بھی کفر کی ایک وجہ قرار دیا۔

خدا کی شان جس تعلیم کے سبب آج کل کے علماء خدا کے مامور سے برسر پرخاش ہوئے۔ اسی تعلیم پر آج عمل پیرا ہیں۔ مگر کس کے کہنے سے ایک گوسالہ پرست کے کہنے پر۔ گاندھی جی نے عدم تشدد کا ڈھونگ رچایا۔ اور کوئی عقلمند انسان ضد و ہٹ۔ مزاحمت اور رکاوٹ کو عدم تشدد نہیں کہہ سکتا۔ اور آج ہندو کھلے بندوں گاندھی جی کو مسیح ثانی قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اخبار "پرتاپ" مورخہ ۱۳ اگست اپنے ایڈیٹوریل مقالہ میں لکھتا ہے۔

"یہودیوں نے عیسٰے پر سڈیشن کا الزام لگا کر رومی گورنر پائی لیٹ کے سامنے پیش کیا تھا۔ آج اسی عیسٰے کے پیروؤں نے زمانہ حال کے عیسٰے پر سڈیشن کا الزام لگا کر اسے جیل میں ڈال رکھا ہے"۔

پھر لکھتا ہے۔

"پیغمبر کو اس زمانہ کے لوگ نہیں پہچانتے۔ تاریخ مہاتما گاندھی کی حالت میں اپنے تئیں دہرا رہی ہے"۔

مگر مسلمان ہیں۔ کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ امام الہند اور جمعیۃ العلماء تک گاندھی جی کی اندھی تقلید کر رہی ہے۔ حالانکہ گاندھی جی کو انبیاء سے وہی نسبت ہے۔ جو شرک کو توحید سے۔ تاریکی کو روشنی سے۔ اور بت کو خدا سے ہے۔ افسوس مسلمانوں کی بے حمیتی کے سبب ہندوؤں کی ذہنیت یہاں تک بگڑ چکی ہے۔ کہ خدا کے پاکوں کی ہتک کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔ ایک تو ان کا مہاتما خود مدعی نہیں۔ اور یہ مدعی سست گواہ چست کے مصداق بن رہے ہیں۔ دوسرے یہ تناسخی جیل کے قیدی۔ نبوت اور رسالت کے قائل ہی نہیں پھر گاندھی جی کو پیغمبر قرار دینا مسلمانوں کی بے غیرتی او بے حمیتی سے تمسخر نہیں۔ تو کیا ہے۔ اگر انبیاء کی ایک دو باتوں پر ہی غور کیا جائے۔ تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مگر اس زمانہ میں اندھیر یہ ہے کہ خدا کے پاکوں کی عزت کے لئے دنیا کے دلوں میں کوئی غیرت نہیں رہی۔

دنیا میں اندھیر چھایا ہوتا ہے۔ فسق و فجور کا دور دورہ ہوتا ہے۔ نبی دنیا سے الگ ایک پہاڑ کی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے سینے سے معرفت الٰہی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جو خشک زمینوں کو سیراب کرتے ہیں۔ وہ کسی فرعون کی رعایت نہیں کرتا۔ ہر امیر و غریب۔ پیر و مرید۔ عالم و جاہل کی غلط کاریوں سے انہیں متنبہ کرتا ہے ماننے والوں کے لئے بشیر۔ اور منکروں کے لئے نذیر ہوتا ہے۔ اندھی دنیا متحد ہو کر اس کی مخالفت میں زور لگاتی ہے۔ مگر وہ ایک انچ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ آخر دنیا کو اس کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ مگر گاندھی جی تو ہندو قوم کی خیالات اور جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ذرا قوم کے خلاف آواز اُٹھا کر تو دیکھیں۔ جھٹ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔

مسیح علیہ السلام نے کبھی رومی گورنمنٹ کی مخالفت نہ کی۔ اس حکومت نے از راہ ظلم آپ پر مقدمہ چلایا۔ دشمنوں کو کانٹوں کا تاج پہنانے کا موقعہ دیا۔ صلیب پر چڑھانے کے لئے ان کے حوالے کر دیا۔ مگر اس امن کے شہزادہ نے اپنے مریدوں کو یہی تعلیم دی۔ کہ خدا کا حق خدا کو دو۔ اور بادشاہ کا حق بادشاہ کو۔

مگر گاندھی جی تو نافرمانی کے علمبردار ہیں۔ کبھی حکم ہوتا ہے محصول نہ دو۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے۔ معاملہ دینا بند کر دو۔ ایسے انسان کو حضرت مسیحؑ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے نام عدم تشدد رکھا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کی آڑ میں وہ تشدد کیا جا رہا ہے۔ جس کی نظیر اس سے پہلے اس ملک میں نہیں ملتی۔ سینکڑوں آدمی بمبوں اور گولیوں کی نظر ہوئے۔ ہزاروں آدمی جیلوں میں گئے اور لاکھوں بے روزگار ہوئے۔ کروڑوں روپیہ کا نقصان ہو چکا۔

غرضیکہ انبیاء جو تعلیم لاتے ہیں۔ وہ لاتبدیل ہوتی ہے۔ دنیا کے کیڑوں سے مشورے نہیں ہوتے۔ بلکہ آسمانی نور کے ذریعہ دنیا سے اپنی تعلیم منواتے ہیں۔

اب میں مسلمانوں کو عموماً اور علماء کو خصوصاً اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہندو قوم نے باوجود ہزارہا مذہبی اختلافات کے محض دنیاوی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک پکے ہندو کو اپنا لیڈر بنا رکھا ہے۔ اور اسے نبی قرار دے رہے ہیں۔ مگر آپ باوجود ہر طرح کی ذلت و ادبار میں گرنے کے خدا کے فرستادہ کو قبول نہ کر کے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ کی تعلیم کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔

بے شک اسلامی فرقوں میں بھی اختلافات ہیں۔ اور رہیں گے۔ لیکن جبکہ ہندو باوجود زمین و آسمان کے فرق

مُسلمانانِ سولن کی بے غیرتی

ہمارے پاس سولن سے ایک مراسلت پہنچی ہے۔ جسے درج ذیل کرتے ہوئے ہم بتانا چاہتے ہیں۔ مشنری سکول جب ہوتے ہی اس غرض سے ہیں۔ کہ عیسائی ان کے ذریعہ عیسائیت کی تعلیم دیں۔ تو اس پر اظہار رنج و الم بے فائدہ ہے۔ مسلمانوں کو اپنے بچوں کی تعلیم کا خود انتظام کرنا چاہیے۔ اور اگر مقامی مسلمانوں میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ تو بیرونی تعلیمی انجمنوں سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ہم یہ کہدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ راجہ صاحب سولن کو پیش کردہ شکایت کے متعلق تحقیقات کرنی چاہیئے۔ اور اگر فی الواقع عیسائی ٹیچر نے بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مسلمانوں کے مجمع میں بدزبانی کی ہے۔ تو اسے قرار واقعی سزا دینی چاہیے (ایڈیٹر)

عیسائی مشن سکول سولن (ضلع شملہ) میں مسیحی مذہبی تعلیم جبری اور لازمی دی جاتی ہے۔ جو مسلمان بچے غفلت کرتے ہیں۔ انہیں سخت سزا دی جاتی ہے۔ اور جرمانہ کیا جاتا ہے۔ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں توہین آمیز کلمے کہے جاتے ہیں۔ اور یسوع مسیح کے نام پر جبراً آمین کہلائی جاتی ہے۔

اس رویہ کے خلاف کسی مولوی قاسم علی صاحب نے روزانہ زمیندار میں ۱۹ اور ۲۶ اگست کے پرچوں میں مضامین لکھے۔ اور مسلمانوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی۔ ان مضامین کو پڑھ کر جناب عبدالکریم صاحب نومسلم ایڈیٹر مسلم سیوک آگرہ سولن تشریف لائے۔ اور کئی دن متواتر پادریوں کی تعلیم کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

ایک رات بعد نماز عشاء جناب عبدالکریم صاحب مسجد میں وعظ کر رہے تھے۔ مسلمان سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ کہ عیسائی مشن سکول کا وہی ٹیچر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں توہین آمیز کلمے کہنے کا عادی ہے۔ مسجد میں آگیا۔ اور سینکڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں اُس نے مسلمانوں کے آقا و مولا کی شان میں ایسے توہین آمیز کلمے کہے جو رسوائے عالم کتاب رنگیلا رسول میں بھی استعمال نہیں ہوئے۔ مسلمان خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ اور کسی سے اتنا نہ ہو سکا۔ کہ اس دشمن عیسائیت کو خاموش کرتا۔

مسلمانان سولن نے ابھی تک اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اور ناداری کی وجہ سے خاموش بیٹھے ہیں راجہ صاحب سولن نے بھی اسے دیدہ و دانستہ اور بمقصد عیسائی کے خلاف ابھی تک کوئی قانونی کارروائی نہیں کی ہے

ہم تمام مسلمانان ہند کی خدمت میں عموماً اور احمدی جماعت کی خدمت میں خصوصاً گذارش کرتا ہوں۔ کہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور راجہ …

نیک نام گھڑیاں

ایک گھڑی برسوں کافی — فل جوئل لیور گارنٹی شدہ

انصافاً اور اخلاقاً ہماری ذمہ داری

گھڑی خلاف آرڈر پہنچے۔ فوراً واپس کریں۔ تبدیلی مع خرچ ہمارے ذمہ ہے ہر گھڑی کی درستی ایک سال تک مفت۔ بے احتیاطی یا نقصان ہوگی اکثر مجاہدین و کارکنان سلسلہ احمدیہ نے تجربہ کیا ہے۔ آپ بھی ضرور تجربہ کریں

عـہ ونٹی ۵ ار لائن موٹی کلائی کے لئے کل کیس لہ مللعہ رولڈ گولڈ اعلیٰ

عـہ ۲ ، ، ۱۲ ، درمیانی کلائی ، ، ، للعہ چاندی عـہ رولڈ گولڈ

عـہ ۳ ، ، ۱۰ ، پتلی کلائی ، ، ، ، ، ، ،

عـہ جیبی ۱۶ ، دس جوئل للعہ ۱۵ جوئل للعہ ریڈیم کا ایک روپیہ زیادہ۔

عـہ ٹائم پیس سیکپ للعہ بہت اعلیٰ ہے۔ کم قیمت گھڑیاں بغیر گارنٹی بھیجی جائیں گی

المشتہر حافظ سخاوت علی پروپرائٹر احمدیہ واچ ایجنسی شاہجہانپور یو۔ پی

شربتِ فولاد

عورتوں کیلئے اعلیٰ قسم فولاد اور دیگر قیمتی ادویہ کا تجربہ کار ڈاکٹروں کے مشورہ سے کیمیائی طریق پر بنایا ہوا مفید مرکب ہے

شربتِ فولاد تندرست اور مضبوط بچہ پیدا کرتا ہے ماں کا دودھ بڑھا کر بچہ کو غیر دودھ سے محفوظ رکھتا ہے۔

شربتِ فولاد مرض اٹھرا سے نجات دلا کر مایوس ماں کی گود بھر دیتا ہے

شربتِ فولاد ناطاقتی دور کر کے کمی و بیشی حیض کو درست کرتا ہے

شربتِ فولاد ہسٹیریا کا تیر بہدف علاج تسلیم کیا گیا ہے۔

قیمت ایک شیشی ساٹھ خوراک تین روپیہ

محصول ڈاک ۸ آنہ

تیار کردہ **فیضِ عام میڈیکل ہال قادیان** (پنجاب)

جدید انگلش ٹیچر نے میری خواہش کو پورا کر دیا

کوارٹر ماسٹر حوالدار سورن سنگھ صاحب چھاؤنی انبالہ فرماتے ہیں:- "جدید انگلش ٹیچر نے میری خواہش کو پورا کر دیا۔ انگریزی سیکھنے کی سب سے اچھی کتاب ہے۔ باقی انگلش ٹیچر اس کے سامنے ہیچ ہیں"

اگر لایق استاد کی طرح انگریزی نہ سکھائے۔ تو کل قیمت واپس منگوا لیں

مسٹر محمد اکبر ہیڈ ماسٹر مڈل سکول مرزا ضلع اٹک فرماتے ہیں "جدید انگلش ٹیچر سے میں نے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب واقعی اسم با مسمّٰی ہے۔ اور ایک لایق استاد کا کام دیتی ہے"

قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک

قمر برادرز الف شملہ

ایک سو روپیہ ماہوار منافعہ حاصل کیجئے

صرف ایک دفعہ تین سو روپے لاگت لگا کر

ہمارا آہنی خراس (بیل چکی) لگا کر چھ روپے روزانہ آمدنی اور خرچ نکال کر خالص منافعہ یکصد روپیہ ماہوار رہیگا۔ خراس کے حالات اور تخمینہ و دیگر مشینری کے لئے ہماری باتصویر فہرست مفت طلب فرمایئے

ایم۔ اے۔ رشید اینڈ سنز۔ بٹالہ (پنجاب)

ضرورت رشتہ

ایک احمدی نوجوان قوم راجپوت ۲۲ سالہ برسر روزگار اچھی صحت اچھے اخلاق والے کیلئے پہلی بیوی کے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے رشتہ کی ضرورت ہے۔ مزید حالات معلوم کرنے کیلئے خط و کتابت بنام شیخ عبد اللطیف صاحب بٹالوی محلہ مریڑ راولپنڈی چھاؤنی ہو۔

الفضل میں اشتہار دیں

چونکہ الفضل میں اشتہارات حتی الامکان وہی شایع کئے جاتے ہیں۔ جو درست خیال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے الفضل کے اشتہارات کو خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کاروباری اصحاب اپنے کام کو فروغ دینے کیلئے ضرور اشتہار شایع کرائیں

چوہوں کی کانفرنس میں بلّی کا بائیکاٹ

چوہا نہایت موذی جانور ہے۔ جو گھر اور کھیتوں کو بیحد نقصان پہونچاتا ہے۔ جس کے دفعیہ کے لئے ہمارے ہاں کا سفوف جس کی خوراک دو ماشہ ہے جادو کا کام دیتا ہے۔ نہ بلّی پالنے کی ضرورت اور نہ چوہے دان کی تلاش۔ اس کی صرف دو ماشہ خوراک سے تمام گھر اور کھیتوں کے چوہے پاگل ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ اور پھر واپس نہیں آتے۔ تماشہ کا تماشہ۔ دوا کی دوا۔ قیمت چار پیکٹ عہ محصول بذمہ خریدار۔ ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔

مینیجر مسلم ٹریڈنگ کمپنی جھنجھانہ ضلع مظفر نگر یو۔ پی

ترقی کا راز

بذریعہ خط و کتابت (ب) جلسہ کتب ضرورت ہے۔ ترقی کا راز کھیل ہے

انگلستان جس چیز کے ذریعہ ترقی کر کے اپنے حصہ دنیا پر قابض ہوا وہ سپورٹس ہے اس لئے احباب سپورٹس مین بننے کی کوشش کریں۔ فہرست اشیاء اور سپورٹس کا سامان رعایتی قیمتوں پر احمدی فرم سے خرید فرماویں:-

والی بال کیس زرد رنگ ۱۲ پینل اول درجہ		فی عدد ہے
، ، ، ، ، دوم ،		ہے
، ، رنگین سرخ و سبز ، درجہ اول		۸
، ، نیٹ عمدہ اول درجہ فیتہ دو طرفی		صہ
، ، ، دوم ، یکطرفہ		للعہ
، ، ، سوم ، ،		ہے
بلیڈر نمبر ۴ برائے والی بال نمبر ۵ ڈسلی کیمبر مسٹ رجسٹرڈ		۱۲
ہاکی سٹکس لیڈر سپون اول درجہ رگداد بلیڈڈ عمدہ قسم		ہے
، ، ، دوم ، دوم درجہ بلیڈڈ		ہے
، ، لیڈر پونڈ اول ، بلیڈڈ عمدہ قسم		۸
، ، ، دوم ، کیس		۸
، بال سفید چمڑہ اول ، ریکارڈ کروّن		۸
، ، ، دوم ،		۸
، ، ، سوم ، پاپولر		۸
کمپو بال کاک کریسنٹ		۸

المشتہر:- **نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ**

لیہ لداخ۔ ۲۰ اپریل سنہ ۳۰ء۔ مکرم بندہ سلامت۔ السلام علیکم۔ آپ سے ماہ اکتوبر سنہ ۲۹ء میں پولو ٹینس کا سامان اپنے اور بعض احباب کے استعمال کیواسطے منگوایا تھا۔ چند روز سے استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ سب سامان بہت عمدہ اور حسب منشا ہے۔ اور سب احباب نے پسند کیا ہے۔ خاکسار (رضان بہادر) غلام محمد احمدی سپیشل جرس آفیسر

وصیتیں

نمبر ۳۲۷۵:۔ میں محمد ابراہیم ولد محمد سعید صاحب مرحوم قوم راجپوت بطور پیشہ دکانداری عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰-۸-۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ دس مرلے اراضی سکنی واقعہ محلہ دارالفضل قادیان بر لب سڑک۔ قیمتی ۳۵۰ روپے۔ اور پانچ مرلے اراضی سکنی متصل مسجد کنجری والی موضع چونڈہ ضلع سیالکوٹ قیمتی ۲۵۰ روپے۔ کل قیمت مبلغ چھ سو روپیہ کی ہے۔ اس کے علاوہ میری ماہوار آمد مبلغ ۔ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں۔ تو اسقدر روپیہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد۔ محمد ابراہیم راجپوت۔ قوم راجپوت بطور خود۔ گواہ شد:۔ شیخ مبارک احمد۔ گواہ شد۔ مرزا عبدالرحمن بقلم خود۔

نمبر ۳۲۷۶:۔ میں عائشہ بی بی زوجہ محمد ابراہیم قوم کھوکھر عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۷ء ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰-۸-۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مہر مبلغ ۱۵۰ روپیہ اور زیور قیمتی ۵۰ روپیہ ہے۔ میں اس جائداد سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس جائداد کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس سے

ہندوستان اور دیگر ممالک کی خبریں

—— امریکہ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ جزیرہ سنٹو ڈومنگو کے قریب ایک برطانی جزیرہ ڈامانیکا ہے۔ سنٹو ڈومنگو میں چند روز ہوئے جو طوفان آیا۔ اس کا اس جزیرہ پر بھی اثر ہوا۔ ساحل سمندر پر جو جہاز ٹھہرے تھے۔ وہ ڈوب گئے۔ اور تمام عمارتیں منہدم ہو گئیں۔

—— پنڈت گووند کانت مالویہ خلف پنڈت مدن موہن مالویہ آج کل کانگریس کے سیکرٹری ہیں۔ آپ ان دنوں سکھوں کو کانگریس میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ۷ ستمبر امرتسر میں اور ۸ کو لاہور میں بعض سکھ رہنماؤں سے گفت و شنید کی۔ آپ نے سکھوں سے وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کا قومی رنگ، قومی جھنڈے میں شامل کرا دونگا۔ کیا عجیب بات ہے کہ کانگریسی سکھوں کے تو پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کرنے کا خیال تک نہیں کرتے۔ اس سے مسلمانوں کے متعلق ان کے دلی عزائم آشکار ہیں۔

—— شملہ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وائسرائے نے یونائیٹڈ سروسز کلب کی طرف سے ۱۲ ستمبر کو الوداعی دعوت منظور کر لی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کہ ان کی میعاد میں توسیع نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ دعوت ہر وائسرائے کو ہندوستان سے جاتے وقت دی جاتی ہے۔

—— بمبئی میں ۷ ستمبر جو فساد ہوا تھا۔ ۸ ستمبر کو بھی اس کے باعث خوف و ہراس طاری رہا۔ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ان ہندوؤں اور مسلمانوں کو ان محلوں سے پولیس کی مدد سے نکال لیا جائے۔ جہاں ان کی تعداد قلیل ہے۔

—— نواکھلی سے ۷ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ لکھمی پور میں رضاکار شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو ٹھانے میں جانے سے روکتے تھے۔ اس پر فساد ہو گیا۔ ہجوم نے پولیس افسروں پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔

—— شملہ ۸ ستمبر کی خبر ہے۔ کہ پنجشنبہ کی رات کے بعد افغان حملہ آوروں نے شمالی سرحد پر دریائے کرم عبور کر کے آٹھ میل کے محاذ پر حملہ کیا۔ فوجی حکام نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ان کے خلاف باقاعدہ مہم شروع کی جائے۔ میجر جنرل الیس۔ ڈی۔ کورلج کمان افسر کوہاٹ ڈسٹرکٹ اس مہم کے انچارج ہونگے۔ ان کا صدر مقام پاڑہ چنار تجویز ہوا ہے۔ مسلح کاریں اور توپ خانے وہاں بھیج دیئے گئے ہیں۔ پیوار کے مغرب میں بھی غنیم کا لشکر فراہم ہو رہا ہے۔ اور اس نے شمالی مغربی کرم پر حملہ آور ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ ہوائی جہاز دشمن پر مسلسل فائر ہو رہے ہیں۔ حکومت افغانستان سے امداد کی درخواست کی گئی ہے۔ کیونکہ حملہ آور افغانی سرحد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جہاں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

—— ڈھاکہ کے ڈاک خانہ پر بیس آدمیوں نے جو ریوالوروں اور ریلوں سے مسلح اور مشعلیں لئے ہوئے تھے۔ رات کے وقت حملہ کر کے آہنی صندوق توڑ ڈالا۔ اور سرکاری نیز پوسٹ ماسٹر کا پرائیویٹ روپیہ اور زیورات لے کر بھاگ گئے انہوں نے تار کا کھمبہ بھی گرا دیا۔ تا باہر اطلاع نہ بھیجی جا سکے۔

—— میسور گورنمنٹ نے ہندو عورتوں کی پوزیشن کے متعلق تحقیقات کرنے کی غرض سے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی تھی جس نے سفارش کی ہے۔ کہ عورتوں کو والد کی جائداد میں سے حصہ دیا جائے۔ عورتوں کو جو حق اسلام آج سے تیرہ سو برس قبل دے چکا ہے۔ ہندو دھرم کے پیرو وہ آج تجویز کر رہے ہیں۔

—— معاصر "الامان" دہلی لکھتا ہے۔ کہ دو ماہ کا عرصہ ہوا۔ جمعیۃ العلماء کے اخبار الجمعیۃ سے پریس آرڈیننس کے ماتحت ضمانت طلب کی گئی۔ اس نے ضمانت داخل کی۔ اور معاہدہ کیا۔ کہ آئندہ حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی لکھیگا۔ چنانچہ اس دو ماہ کے عرصہ میں اس نے ایک لفظ نہیں لکھا۔

—— شملہ میں ۸ ستمبر کو نواب صاحب بہاولپور نے وائسرائے ہند کو سیسل ہوٹل میں دعوت چائے دی۔ جس میں ۱۲۵ معززین شامل تھے۔

—— معاصر الامان ۱۰ ستمبر راوی ہے۔ کہ شردھانند انجہانی کے لڑکے پروفیسر اندر ایڈیٹر ارجن نے اخبار میں ایک مضمون شایع کیا تھا۔ جو قابل اعتراض سمجھا گیا۔ اس کے متعلق ایڈیٹر نے ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ پر کئی بار جا کر معافی مانگی اور ۷ ستمبر کی اشاعت میں وہ مضمون بلا شرط واپس لے لیا۔

—— بمبئی کا اخبار "نادر" لکھتا ہے۔ ایک مقامی روزنامچہ کانگریس میں یہ خبر درج کی گئی ہے۔ کہ تحقیقات سے پتہ لگا ہے کہ کانگریس ہوس میں اکثر لیڈی والنٹیر حاملہ ہو گئیں۔ عورتوں کو اندھا دھند میدان سیاست میں لانے والوں کو مبارک ہو۔

—— اخبار ٹائمز آف انڈیا راوی ہے۔ کہ علاقہ غیر کے ملاؤں کی حاجی ترنگ زئی کی شرکت میں ایک مجلس ہوئی۔ اور ایک الٹی میٹم مرتب کر کے حکومت ہند کو بھیجا گیا جس میں یہ مطالبہ تھا۔ کہ اگر غیر علاقہ سے برطانوی فوج ہٹا لی جائے۔ اور ہوائی تاخت بند کر دی جائے۔ تو فوراً ازما قبائل اپنے گھروں کو چلے جائینگے۔ حکومت نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ برطانی فوج علاقہ غیر سے نہیں ہٹائی جا سکتی۔ اور نہ ہی فساد زدہ علاقہ پر ہوائی پرواز بند کی جا سکتی ہے۔

—— لاہور ۹ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی اور سٹی کانگریس کمیٹی کو مجمع خلاف قانون قرار دیا ہے۔ پولیس نے ان سے اور ان سے متعلقہ سوسائٹیوں سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے دفاتر۔ مکانات اور دوکانات کی تلاشی تین بجے علی الصباح لینی شروع کر دی۔ اور جن مقامات کی تلاشیاں لیں۔ ان سے سلسلہ ٹیلیفون منقطع کر دیا۔

—— دہلی سے اطلاع ملی ہے۔ کہ وہاں کانگریسی سرگرمیاں بالکل ماند پڑ گئی ہیں۔ کیونکہ اب نہ کوئی رہنما موجود ہے۔ اور نہ کارکن اور نہ ہی کانگریس کی کوئی پالیسی ہے۔

—— شملہ۔ ۱۰ ستمبر ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے ہندوستانی گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے کل پچاس اصحاب کے نام دعوت نامے شایع کئے ہیں۔ جن میں سے ہندو ۲۰ - مسلمان ۱۵ - سکھ ۲ - پارسی ۲ - اور یورپین ۵ ہیں چونکہ ابھی تک خط و کتابت جاری ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ اس فہرست میں چند اور ناموں کا اضافہ کیا جائے۔ مسلم نمائندگان کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) ہز ہائینس سر آغا خان (۲) نواب سر عبد القیوم خان (سرحد) (۳) سر شاہنواز خان (سندھ) (۴) سر غلام مرتضی خان بھٹو (سندھ) (۵) مسٹر فضل الحق (بنگال) (۶) مسٹر اے کے غزنوی (بنگال) (۷) خان بہادر حافظ ہدایت حسین (یو۔ پی) (۸) مسٹر ایم۔ اے جناح (بمبئی) (۹) نواب صاحب چھتاری (یو۔ پی) (۱۰) مولانا محمد علی (یو۔ پی) (۱۱) سر محمد شفیع (پنجاب) (۱۲) بیگم شاہ نواز دختر سر محمد شفیع و بیگم میاں شاہ نواز (پنجاب) (۱۳) کپتان راجہ شیر محمد خان ساکن ڈومیلی (پنجاب) (۱۴) سر سید سلطان احمد (بہار) (۱۵) چودہری ظفر اللہ خان (پنجاب)۔ ہندو نمائندوں میں ڈاکٹر مونجے۔ سر سپرو۔ مسٹر جیکر اور دیوان چمن لال بھی شامل ہیں۔ ہندوستانی ریاستوں سے بھی پندرہ یا سولہ نمائندے لئے گئے ہیں کانفرنس لندن میں ۹ر نومبر ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوگی۔

—— کلکتہ میں ۱۰ ستمبر کی صبح کو پولیس نے ایک بم فیکٹری پر چھاپہ مارا۔ اور چار گرفتاریاں کیں۔ جن میں ایک عورت بھی ہے۔ نیز ایک بم۔ لوہے کے خول اور کیمیاوی مرکبات بھی برآمد ہوئے۔ عین تلاشی کے وقت ایک کم عمر لڑکا مکان میں داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ایک بنڈل تھا۔ جس میں سے ۲ بم برآمد ہوئے

—— چونکہ لاہور سٹی کانگریس کمیٹی خلاف قانون قرار دی گئی ہے۔ اس لئے کمیٹی نے اپنی طرف سے ایک ڈکٹیٹر مقرر کر کے اسے تمام اختیارات دیدیئے ہیں۔

—— بنارس سے ۹ ستمبر کی خبر ہے۔ کہ کل پولیس کی ایک چوکی کے سامنے ایک بم جو لکڑی کے بکس میں بند سڑک پر پڑا تھا۔ ایک بڑھیا نے عجیب چیز خیال کر کے اسے اٹھا لیا۔ جس سے اس بیچاری کے ہاتھ اڑ گئے۔